

شیخ حلی اور سنہری پتھر



JAM
Zakoor

بچوں کے لئے شیخ چلی کی حماقتوں بھری انتہائی دلچسپ کہانی

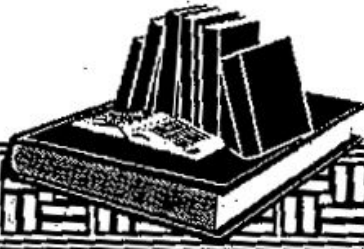
شیخ چلی اور سُنہری پتھر

خالد نور

ارسلاان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان

جملہ حقوق دانی بحق ناشران محفوظ ہیں

ناشران ----- محمد ارسلان قریشی
----- محمد علی قریشی
ایڈوائزر ----- محمد اشرف قریشی
طابع ----- سلامت اقبال پرنٹنگ پریس ملتان



ایک دن شیخ چلی کی ماں نے اسے کسی کام سے اس کے چچا قطب الدین کے گھر ڈھولک نگر بھیجا۔ واپسی پر شیخ چلی اپنے گدھے گلو پر بیٹھا گھر کی طرف آ رہا تھا کہ اسے راستے میں ایک گڑھا نظر آیا جس میں شیشے کی ایک بوتل پڑی ہوئی تھی۔ شیخ چلی نے گلو کو رکنے کا اشارہ کیا اور گلو کے رکتے ہی وہ اچھل کر نیچے اترا اور بوتل کی طرف بڑھا۔ اس نے بوتل اٹھائی اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔

وہ بوتل کافی بڑی تھی اور اس میں سبز رنگ کا دھواں سا بھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے منہ پر ڈھکن بھی لگا ہوا تھا۔ شیخ چلی مسرت بھری نظروں سے اس بوتل کو دیکھتا رہا اور سوچنے لگا کہ اس بوتل میں

سبز رنگ کا شربت ہے اور کوئی اس راستے سے گزرا ہو گا اور یہ بوتل اس سے گر گئی ہو گی اور اسے پتہ نہیں چلا ہوگا۔ شیخ چلی کو ویسے بھی شربت بہت پسند تھا خاص کر گرمیوں میں تو وہ جی بھر کے شربت پیتا تھا کیونکہ اس کی ماں کو چوہدری نواز کی بیگم ہر مہینے شربت کی ایک بوتل دیتی تھی۔ شیخ چلی کی ماں جو شربت کی بوتل لاتی تھی وہ سرخ رنگ کا ہوتا تھا مگر یہ شربت سبز رنگ کا تھا اس لئے شیخ چلی کے دل میں لالچ پیدا ہوا کہ اسے یہ شربت چکھنا چاہئے۔ اگر یہ شربت اچھا ہوا تو وہ اسے اپنے ساتھ گھر لے جائے گا۔ جب وہ شربت کی بوتل اپنی ماں کو دے گا تو وہ بہت خوش ہو گی اور اگر شربت اچھا نہ ہوا تو وہ اسے یہیں پھینک دے گا اور خالی بوتل گھر لے جائے گا اور اسے کباڑی کے پاس فروخت دے گا۔ اس طرح اسے کچھ پیسے مل جائیں گے۔ اس کے پاس گھر میں بہت سی پلاسٹک کی خالی بوتلیں پڑی تھیں جو اس کی ماں چوہدری نواز کے گھر سے لاتی تھی۔ جب بہت ساری بوتلیں جمع ہو جاتی تھیں تو اس کی ماں کباڑی

کے پاس فروخت کر دیتی تھی۔

شیخ چلی بوتل کا ڈھکن کھولنے کی کوشش کرنے لگا لیکن ڈھکن بہت مضبوطی کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ شیخ چلی نے ٹھان لی کہ وہ آج اس بوتل کا ڈھکن ہر صورت کھول کر رہے گا۔ بہت زیادہ کوشش کرنے کے بعد جب بوتل کا ڈھکن کھلا تو شیخ چلی کے چہرے پر مسرت بھرے تاثرات ابھر آئے۔ اس نے ڈھکن کھول کر بوتل میں جھانکا تو دوسرے ہی لمحے شوں کی آواز کے ساتھ ہی بوتل میں سے سبز دھواں نکلنے لگا۔ بوتل میں سے دھواں نکل کر فضا میں ایک جگہ اکٹھا ہوتا جا رہا تھا۔ سبز رنگ کا دھواں نکلنے دیکھ کر شیخ چلی گھبرا گیا اور اس نے بوتل ایک طرف پھینک دی۔ بوتل زمین پر گر گئی مگر اس میں سے سبز دھواں نکلتا رہا۔ اسی لمحے ایک جھماکہ ہوا اور سبز دھوئیں میں سے ایک جن کا چہرہ نمودار ہوا۔ اس جن کا چہرہ سبز تھا۔ اس کا سر گنجا تھا مگر سر کے دائیں بائیں سرخ رنگ کے دو سینگ تھے۔ اس جن کے کانوں میں زرد رنگ کی دو بڑی بڑی بالیاں تھیں۔ اس جن کی آنکھیں پھیلی ہوئیں اور

باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ اس جن کا صرف چہرہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ جن کو دیکھ کر شیخ چلی کے چہرے پر خوف بھرے تاثرات ابھر آئے۔ (اس منظر کے لئے سرورق دیکھیے)

”کیا حکم ہے میرے آقا“۔ سبز جن نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”کک۔ کک۔ کون ہو تم“۔ شیخ چلی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”میں آپ کا غلام ہوں آقا اور میرا نام دھواں جن ہے“۔ سبز جن نے اسی لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مم۔ میزے غلام۔ مم۔ مگر میں نے تو تمہیں غلام نہیں بنایا اور تم اس بوتل میں کیسے چھپے ہوئے تھے“۔ شیخ چلی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آقا۔ مجھے رامش جادوگر نے اس بوتل میں قید کر کے بوتل زمین کی گہرائی میں دبا دی تھی۔ آج جب زلزلہ آیا تو بوتل زمین کی گہرائی سے باہر آگئی تھی۔ اگر آپ اس بوتل کا ڈھکن نہ کھولتے تو میں اس بوتل

میں ہی قید رہتا۔ آپ نے چونکہ مجھے اس بوتل سے نجات دلائی ہے اس لئے آپ میرے آقا ہے اگر آپ کی جگہ کوئی اور مجھے اس بوتل سے باہر نکالتا تو میں اس کا غلام ہوتا۔ جن نے کہا۔

”رامش جادوگر۔ یہ کون ہے اور اس نے تمہیں بوتل میں کیوں قید کر دیا تھا۔“ شیخ چلی نے پوچھا۔

”آقا۔ رامش جادوگر بے حد ظالم، سفاک اور طاقتور جادوگر ہے۔ اس نے اپنا محل یہاں سے بہت دور ایک جزیرے پر بنایا ہوا ہے۔ اس نے جادو کے ذریعے بہت سے دیوؤں اور جنوں کو اپنا غلام بنایا ہوا ہے۔ میں پرستان کا رہنے والا ہوں مگر رامش جادوگر نے مجھے بھی اپنا غلام بنایا ہوا تھا۔ میں اس کی غلامی سے تنگ تھا اور میں نے کئی بار اس کے محل سے فرار ہونے کی کوشش کی مگر مجھے موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔ ایک دن رامش جادوگر کہیں گیا ہوا تھا اس لئے میں موقع پا کر اس کے محل سے فرار ہو گیا۔ میں ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اچانک رامش جادوگر میرے سامنے آ گیا۔ شاید اسے میرے محل سے فرار ہونے کی

خبر ہو گئی تھی۔ بہر حال اس نے مجھے جادو کے ذریعے قابو کر لیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ وہ سزا کے طور پر مجھے ایک بوتل میں قید کر رہا ہے اور وہ کسی ویران جگہ پر بوتل زمین کی گہرائی میں دبا دے گا جہاں سے کوئی بھی بوتل نہ اٹھا سکے گا اور میں ساری زندگی اس بوتل میں قید رہوں گا۔ پھر اس نے بوتل اس جگہ آ کر دبا دی۔ اب آپ نے اس کا ڈھکن کھولا تو میں باہر نکل آیا۔ آپ نے چونکہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلائی ہے اس لئے میں واپس پرستان جانے سے پہلے آپ کی ایک خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں۔ صرف ایک کیونکہ آپ کی ایک خواہش پوری کرنے کے بعد میں آپ کا غلام نہیں رہوں گا۔ سبز جن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو شیخ چلی پہلے تو خوش ہو گیا کہ ایک جن اس کا غلام بن گیا ہے مگر جب دھواں جن نے بتایا کہ وہ اس کی صرف ایک خواہش پوری کر سکتا ہے تو اس کا منہ بن گیا۔

”صرف ایک خواہش مگر میری تو بہت سی خواہشیں ہیں۔ کیا تم وہ سب پوری نہیں کر سکتے۔“ شیخ چلی نے

منہ بناتے ہوئے کہا۔

”نہیں آقا۔ میں آپ کی صرف ایک ہی خواہش پوری کر سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس آپ کی ایک خواہش پوری کرنے کی جادوئی طاقت ہے اس کے بعد میری طاقت ختم ہو جائے گی اور میں آپ کی دوسری خواہش پوری نہیں کر سکوں گا۔ آپ اپنی خواہش بتائیں تاکہ میں آپ کی خواہش پوری کر کے پرستان چلا جاؤں۔“ دھواں جن نے کہا تو شیخ چلی سوچنے لگا کہ وہ دھواں جن کو کیا خواہش بتائے کیونکہ اس کی تو بہت سی خواہشیں تھیں۔ اس کی ایک خواہش تو یہ تھی کہ اس کے پاس بہت ساری دولت ہو، دوسری خواہش کسی خوبصورت شہزادی سے شادی کرنے کی تھی، تیسری خواہش اس کی یہ تھی کہ اس کی شہر میں شاندار کوٹھی ہو اور اس کی چوتھی خواہش شہر میں کوئی کاروبار کرنے کی تھی۔ اب وہ اس کشمکش میں مبتلا تھا کہ دھواں جن سے کون سی خواہش پوری کروائے۔

”آقا۔ کیا سوچ رہے ہیں۔ میرے پاس وقت بے حد کم ہے۔ اگر رامش جادوگر کو معلوم ہو گیا کہ میں

ہوٹل سے باہر نکل آیا ہوں تو وہ مجھے دوبارہ ہوٹل میں
قید کر دے گا۔“ دھواں جن نے جب شیخ چلی کو سوچ
میں ڈوبا دیکھا تو اس سے کہا۔

”ارے تھوڑا سا تو انتظار کر لو۔ میں ابھی سوچ کر
بتاتا ہوں۔ مگو۔ تم بتاؤ میں اپنی کون سی خواہش پوری
کرواؤں۔“ شیخ چلی نے پہلے دھواں جن اور پھر اپنے
گدھے مگو سے مخاطب ہو کر کہا مگر مگو نے اسے کوئی
جواب نہ دیا۔ وہ بھلا شیخ چلی کو کیا جواب دیتا۔

”میرا خیال ہے مجھے دولت والی خواہش پوری کرانا
چاہئے کیونکہ جب میرے پاس دولت ہوگی تو میں شہر
میں ایک شاندار کوٹھی تعمیر کرا سکوں گا اور اپنا کوئی
کاروبار کر سکوں گا۔ جب شہر میں میری شاندار کوٹھی ہو
گی اور میرا بہت اچھا کاروبار ہو گا تو پھر میں خود ہی
کسی شہزادی سے شادی کر لوں گا۔ بالآخر اس نے یہی
فیصلہ کیا کہ وہ دھواں جن سے دولت حاصل کرنے کی
خواہش کرے۔

”دھواں جن۔ کیا تم مجھے دولت دلا سکتے ہو۔ اتنی
دولت کہ جو ساری زندگی ختم نہ ہو۔“ شیخ چلی نے

دھواں جن سے کہا۔

”آقا۔ میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں کہ میں آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کر سکتا۔“ دھواں جن نے کہا تو شیخ چلی گھور کر اسے دیکھنے لگا۔

”کیا مطلب۔ ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ تم میری کوئی بھی ایک خواہش پوری کر سکتے ہو۔ اب میں نے اپنی خواہش بتائی ہے تو تم انکار کر رہے ہو۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ میں آپ کی یہ خواہش اس لئے پوری نہیں کر سکتا کیونکہ میرے پاس دولت نہیں ہے۔ آپ کوئی اور خواہش بتائیں۔“ دھواں جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”تو کیا تم میری کسی ملک کی شہزادی سے شادی کرا سکتے ہو۔“ شیخ چلی نے بھنا کر پوچھا۔

”نہیں میرے آقا۔ یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے۔ آپ کوئی اور خواہش بتائیں۔“ دھواں جن نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو شیخ چلی کا جی چاہا کہ

وہ دھواں جن کے چہرے پر تھپڑ رسید کر دے۔ وہ اپنی دو خواہشات کا اظہار کر چکا تھا مگر دھواں جن اس کی کوئی بھی خواہش پوری نہیں کر سکتا تھا۔ پھر شیخ چلی نے سوچا کہ اسے اپنی تیسری خواہش بتانی چاہئے ہو سکتا ہے وہ اس کی یہ خواہش پوری کر دے۔

”اچھا۔ تم مجھے کہیں چھپے ہوئے خزانے کے بارے میں بتا دو۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”آقا۔ یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے کیونکہ میں کسی خزانے کے بارے میں نہیں جانتا۔“ دھواں جن نے جواب دیتے ہوئے کہا تو شیخ چلی کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھرتے چلے گئے۔

”دھواں جن۔ جب تم میری کوئی بھی خواہش پوری نہیں کر سکتے تو کیوں میرا دماغ چاٹ رہے ہو۔ جاؤ میں نے تمہیں اپنی غلامی سے آزاد کیا۔“ شیخ چلی نے کہا۔

”آقا۔ میں جب تک آپ کی کوئی ایک خواہش پوری نہیں کروں گا میں نہیں جا سکتا۔“ دھواں جن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں نے تمہیں اپنی تین خواہشیں بتا دی ہیں جو تم پوری نہیں کر سکتے اس لئے اب میں تمہیں اور کیا خواہش بتاؤں۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ میں واقعی آپ کی یہ خواہشیں پوری نہیں کر سکتا۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ امیر ہونا چاہتے ہیں اس لئے میں آپ کو ایک ایسا سنہری پتھر لا دیتا ہوں جسے آپ کسی بھی پتھر سے رگڑیں گے تو وہ پتھر سونے کا بن جائے گا۔ کیا آپ کو ایسا پتھر چاہیے۔“ دھواں جن نے کہا تو شیخ چلی سنہری پتھر کا سن کر بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ ٹھیک ہے۔ تم مجھے سنہری پتھر ہی لا دو میں اس سے بہت سے پتھروں کو رگڑ کر خزانہ بنا لوں گا اور خزانہ بازار میں فروخت کر کے ڈھیر ساری دولت اکٹھی کر لوں گا اس طرح تو میں راتوں رات امیر ہو جاؤں گا۔ ٹھیک ہے۔ تم مجھے وہ سنہری پتھر لا دو۔“ شیخ چلی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر میرے آقا۔ میں ابھی وہ سنہری پتھر لے کر آ رہا ہوں۔“ دھواں جن نے جواب دیتے

ہوئے کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے دھواں جن کا چہرہ دھوئیں میں غائب ہو گیا اور وہ دھواں ایک لکیر کی صورت میں ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد شیخ چلی خیالی پلاؤ پکانے میں مصروف ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد دھواں جن واپس آ گیا۔ وہ بدستور دھوئیں میں تھا پھر اس دھوئیں نے انسانی روپ دھار لیا تھا۔ اس کے دھوئیں والے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سنہری پتھر تھا جو چمک رہا تھا۔ اس نے وہ سنہری پتھر شیخ چلی کے حوالے کر دیا اور شیخ چلی مسرت بھری نظروں سے سنہری پتھر کو دیکھنے لگا۔

”ہاہا۔ میں امیر ہو گیا۔ ہاہا۔“ شیخ چلی نے اچھلتے کودتے ہوئے کہا۔

”آقا۔ یہ لیں سنہری پتھر۔ مگر ایک بات کا خیال رکھنا کہ اگر یہ سنہری پتھر زمین پر گر گیا تو اس کا سنہری رنگ ختم ہو جائے گا اور یہ عام پتھر بن جائے گا پھر آپ اسے کسی بھی پتھر سے رگڑیں گے تو وہ پتھر سونا نہیں بنے گا۔“ دھواں جن نے کہا مگر شیخ چلی خوشی سے اچھلنے کودنے میں اتنا مست تھا کہ وہ دھواں

جن کی بات واضح طور پر نہ سن سکا۔

”اچھا آقا۔ اب مجھے اجازت دیں۔“ دھواں جن نے کہا لیکن شیخ چلی نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ وہ سنہری پتھر کو ہوا میں اچھالنے اور کچھ کرنے میں مست تھا۔ اچانک سنہری پتھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گیا۔ جیسے ہی پتھر زمین پر گرا تو یلخت اس کا رنگ عام پتھر کی طرح ہو گیا۔ شیخ چلی نے پتھر اٹھایا اور پھر اسی طرح ہوا میں اچھالنے اور کچھ کرنے لگا۔

”آقا۔ آپ اس پتھر کو اب پھینک دیں۔“ اسی لمحے دھواں جن کی شیخ چلی کو آواز سنائی دی تو شیخ چلی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

”کیوں۔ میں کیوں اس پتھر کو پھینک دوں۔ تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ میں اس پتھر کو جس پتھر سے بھی رگڑوں گا تو وہ سونا بن جائے گا اور اب تم کہہ رہے ہو کہ میں اسے پھینک دوں۔ اب تم جاتے کیوں نہیں ہو۔ جاؤ تم۔“ شیخ چلی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں نے آپ سے کہا تھا کہ اگر یہ سنہری پتھر

زمین پر گر گیا تو یہ عام پتھر بن جائے گا مگر آپ نے میری بات پر عمل نہیں کیا۔ یہ پتھر زمین پر گرنے سے اب عام پتھر بن گیا ہے اس لئے اب یہ پتھر فضول ہو گیا ہے۔ میں جا رہا ہوں۔“ دھواں جن نے جواب دیتے ہوئے کہا اور دوسرے ہی لمحے وہ ایک جھماکے سے وہاں سے غائب ہو گیا۔ جبکہ شیخ چلی ہونقوں کی طرح پتھر کو دیکھنے لگا۔ سنہری پتھر واقعی اب عام پتھر بن چکا تھا۔ شیخ چلی نے اپنا سر پیٹ لیا کہ وہ خوشی میں اتنا مست تھا کہ اس نے دھواں جن کی بات ہی نہیں سنی تھی ورنہ وہ راتوں رات امیر ہو جاتا۔

ختم شد